قیدیوں کیلئے حق زوجیت کا مسئلہ

محترمہ عفت طاہرہ
پرنسپل، یوسف پبلک سکول، کوٹلی پیر عبدالرحمٰن، باغبانپورہ، لاہور

حق زوجیت سے مراد ایسا حق ہے جو نکاح کے بعد بین الفریقین یعنی میاں بیوی میں نفاذ پذیر ہوتا ہے۔ اسی حق کے ذریعے خاندان کی ابتدا ہوتی ہے اور معاشرتی نظام کا سلسلہ آگے بڑھتا ہے۔ اسی حق کے ذریعے کائنات کی ابتدا ہوئی۔ قرآن حکیم میں اس حق کو میثاقاً غلیظاً (پختہ عہد۔ا۔) قرار دیا گیا ہے۔ اسی کی رُو سے میاں بیوی اپنے کاندھوں پر ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ اس تعلق کا مقصد محض جنسی خواہشات کی تکمیل کرنا نہیں ہوتا بلکہ اس تعلق سے معاشرتی نظام کو مستحکم کیا جاتا اور حقوق وفرائض کی ابتدا ہوتی ہے۔ افزائش نسل کے حصول کے لئے بھی اس تعلق کی ادائیگی لازمی امر ہے۔ قرآن نے مرد اور عورت کے اس تعلق کو کھیتی کی طرح قرار دیا ہے جیسے کھیتی میں اچھی فصل حاصل کرنے کے لئے اس کی نشوونما کے مکمل لوازمات کا خیال رکھنا لازمی ہے، بالکل ایسے ہی عورتوں سے استفادہ کرنے کے لیے اس تعلق کا نبھانا ضروری ہے۔

ارشادی باری تعالیٰ ہے:

"نسآؤکم حرث لکم فاتوا حرثکم انی شئتم وقدموا لا انفسکم"۲۔

ترجمہ: "تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتیاں ہیں، تم اپنی کھیتیوں میں جیسے چاہو آؤ اور اپنے بھلے کا کام پہلے کرو"

تعلق زوجیت کی اہمیت تو اس قدر ہے کہ عبادت جو انسان کا اولین مقصد حیات ہے اس کی مقررہ اوقات میں ادائیگی کے بعد حق زوجیت کی ادائیگی بھی لازمی امر قرار دی گئی۔ اسلام ہرگز یہ اجازت نہیں دیتا کہ ایک شخص دن رات عبادت میں مشغول رہے اور ذاتی زندگی سے کٹ جائے اور "حق زوجیت" ادا نہ کرے جو ان کے مابین محبت والفت کا ذریعہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم ھن لباس لکم وانتم
لباس لھن علم اللہ انکم کنتم تختانون انفسکم فتاب علیکم
وعفاعنکم فالئن باشروھن وابتغوا ما کتب اللہ لکم"(۳)

"اور تمہارے لئے روزے کی راتوں میں اپنی عورتوں کی طرف رغبت کرنا حلال کر دیا گیا ہے۔ وہ تمہارے لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم

اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے تھے سو اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تم کو معاف کیا۔ پس تم اپنی (بیویوں) سے صحبت کرو اور جو اللہ نے تمہارے نصیب میں لکھا ہے، طلب کرو۔)

حقِ زوجیت اتنا ضروری ہے کہ حالت جنگ میں بھی جب شدید مجبوری نہ ہو اس رشتے کو نبھانا ضروری ہے۔ اس بات کی تائید حدیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے؛

"عن ابی هریره عن النبیﷺ قال غزا نبی من الانبیافقال لقومه لا یتبعنی رجل ملک بضع امراۃ وهو یرید ان یبنی بها ولم یبین بها"(۴)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ نبی اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ نبیوں میں سے جس کسی نبی نے جہاد کیا تو اپنی قوم سے یہی کہا کہ میرے ساتھ وہ شخص نہ جائے جس نے ابھی نکاح کیا ہو اور بیوی سے خلوت کرنا چاہتا ہو اور ابھی تک اس نے خلوت نہ کی ہو۔

دین دنیا کے کسی کام میں ایسا انہماک جو زوجین کے حقوق کی ادائیگی سے توجہ ہٹا دے، کار ثواب نہیں۔ ان حقوق کی تلفی گناہ ہے۔ حق زوجیت کی ادائیگی کس قدر لازمی امر ہے، اس کا تذکرہ شبلی نعمانی اپنی کتاب "الفاروق" میں یوں لکھتے ہیں؛

"دور فاروقیؓ میں رخصت کا باقاعدہ انتظام تھا۔ جو افواج دور دراز کے مقام پر ہوتی تھیں، ان کو سال میں ایک مرتبہ یا دو مرتبہ رخصت ملتی تھی۔ ایک مرتبہ آپؓ نے ایک عورت کو اپنے شوہر کی جدائی میں دردناک اشعار پڑھتے سنا تو افسروں کو احکام بھیج دیئے کہ کسی شخص کو 4 مہینے سے زیادہ باہر رہنے پر مجبور نہ کیا جائے۔ یہ تمام آسانیاں اس حد تک تھیں جس حد تک فرصت کا تقاضا تھا"۔۵۔

قرآن سے بھی اتنی مدت کی مزید تائید ملتی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے؛

"لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ"(۶)

"اور ان لوگوں کے لئے جو اپنی عورتوں کے پاس نہ جانے کی قسم اٹھا لیں، چار ماہ کا انتظار ہے۔ اگر وہ رجوع کر لیں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے"۔

درج بالا معروضات سے اتنی بات ثابت ہو جاتی ہے کہ عبادت اور جنگی امور میں بھی زیادہ دیر تک بلا عذر زوجین کو کنارہ کشی کی اجازت نہیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک شخص جو کسی جرم کی

سزامیں قید کر دیا گیا ہے اس کے لئے ''حق زوجیت'' کی ادائیگی کا کیا معاملہ ہوگا؟ کیا ہر شادی شدہ کے لئے یہ لازمی ہے کہ حالت قید میں بھی اس کو حق زوجیت ادا کرنے کی اجازت ہو۔ اگر ہم اس کو قید کی صورت میں یہ حق نہیں دیتے تو اس کے کیا منفی اثرات مرتب ہو سکتے ہیں؟ اگر حالت قید میں بھی یہ حق تفویض کر دیا جاتا ہے تو کیا یہ امر قیدی کے لئے سزا میں کمی کا باعث تو ثابت نہ ہوگا؟

جہاں تک قید کے معاملہ کا تعلق ہے تو قید کی سزا کسی کو بھی اس کے کئے گئے جرم کی پاداش میں ملتی ہے۔ قید کی مدت مختصر اور طویل' دونوں طرح سے ہو سکتی ہے۔ قید کی اقسام کا تذکرہ عبدالقادر عودہ اس طرح کرتے ہیں؛

> ''قید دو طرح کی ہوتی ہے 'قید محدود' اور 'غیر محدود قید'۔ قیدِ محدود سے مراد مختصر قید ہے جبکہ قیدِ غیر محدود سے مراد مسلسل قید ہے۔ اس کی کوئی مدت مقرر نہیں ہوتی'' (۷)

جہاں تک قید کی مدت کا معاملہ ہے تو یہ جرم کی نوعیت کے پیشِ نظر طے کیا جاتا ہے اور قید و سزا کا نفاذ بھی ملکی قانون کے مطابق ہوتا ہے۔ شریعت اسلامیہ نے جو سزائیں مقرر کی ہیں' ان میں قید سے زیادہ اس امر کو ملحوظ رکھا ہے کہ سزا' مجرم کی تادیب کے لئے ہو اور اتنی ہو کہ وہ دوبارہ اس جرم کا اعادہ نہ کر سکے۔

عبدالقادر عودہ لکھتے ہیں؛

> ''غزوہ تبوک کے موقع پر تین اصحاب' کعب بن مالک' مراۃ بن ربیع العامری اور بلال بن امیہ' جنگ میں پیچھے رہ گئے۔ انہوں نے غزوہ میں شرکت نہ کی تو رسول ﷺ نے انہیں ترکِ میل جول کی سزا دی اور 50 دن تک ان سے بات نہ کی'

اسی طرح ایک اور جگہ لکھتے ہیں؛

''حضرت عمرؓ نے ضبیغ کو کوڑوں کی سزا اور جلاوطنی کی سزا دی اور ساتھ ہی ان سے میل جول ترک کر دیا۔ یہاں تک کہ کوئی شخص ان سے بات نہ کرتا تھا۔ پھر انہوں نے توبہ کر لی تو گورنر نے اس کی اطلاع حضرت عمرؓ کو دی تو آپؓ نے کہا کہ ان سے بات چیت کر لو''۔۸۔

شریعت اسلامیہ نے باہمی مناسبت کی بنیاد پر چار قسم کی عقوبات (سزائیں) مقرر کی ہیں۔

۱۔اصلی عقوبات ۲۔بدلی عقوبات ۳۔تبعی عقوبات ۴۔تکمیلی عقوبات

۱۔اصلی عقوبات

اس سے مراد وہ سزائیں ہیں جو کسی جرم کے لئے مقرر کی گئی ہیں۔ مثلاً قتل کی سزا قصاص' زنا کی رجم اور چوری کی قطع ید۔

۲۔ بدلی عقوبات

وہ سزائیں جو اصل سزاؤں کی جگہ یا بدلے میں دی جائیں۔ مثلاً قصاص ساقط ہونے کی صورت میں دیت۔

۳۔ تبعی عقوبات

وہ سزا جو مجرم کو اصل سزاؤں کے نتیجے میں بھگتنی پڑے اور ان کے لئے جداگانہ حکم کی ضرورت نہ ہو جیسے قاتل کا میراث سے محروم ہونا وغیرہ۔

۴۔ تکمیلی عقوبات

ایسی سزا جو مجرم پر اصل سزاؤں کے حکم کے بعد جاری ہو جیسے چور کا کٹا ہوا ہاتھ اس کی گردن میں لٹکا دینا۔

کسی بھی معاشرے میں امن وامان کی صورت حال پیدا کرنے کے لئے یہ لازم امر ہے کہ مظلوم کی حمایت کی جائے اور ظالم کو اس کے ظلم سے روکا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں کوئی نہ کوئی سپر پاور موجود تھی۔ اسی بات کے پیش نظر بدلتے حالات اور عصری تقاضوں کے مطابق قوانین مرتب کئے جاتے رہے تاکہ فتنوں سے محفوظ رہا جاسکے۔ ہر مجرم کو غلطی کی سزا دینے کا تصور تقریباً ہر معاشرت میں موجود رہا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ مجرم کو بعض مرتبہ اس کے جرم کی سزا زیادہ دے دی جائے۔ جرم کم ہو اور سزا زیادہ مل جائے۔ یہی وجہ ہے اس سلسلے میں قرآن کی شرعی سزائیں جو حدود اللہ کہلاتی ہیں' موجود ہیں۔

قید بھی سزا کی ایسی ہی صورت ہے جس میں مجرم کو اس کے جرم کا احساس دلانے کے لئے معاشرے سے الگ تھلگ کر دیا جاتا ہے تاکہ اسے' اس کے کئے پر نادم کیا جاسکے۔ وہ قید میں توبہ کرے اور آئندہ سے اس جرم کا اعادہ نہ کرے۔ احکام العقوبات فی الشریعۃ الاسلامیہ میں سزا کی اساس کچھ اس طرح بیان ہے؛

"والاساس الذی تقوم علیہ العقوبہ و درئالمفاسد و جلب المصالح و ھذا ھو الاساس انعام الذی تقوم علیہ"(۹)

"سزا کی اساس جس بات پر قائم ہے وہ مفاسد کا روکنا اور مصالح کا حاصل کرنا ہے۔ یہی وہ بنیاد ہے جس پر شرعی احکام کا دارومدار ہے۔

علماء بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانے میں جیل خانوں کا وجود نہ تھا۔ حضور ﷺ کے زمانے میں اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا تھا کہ مجرم کو کچھ مدت

کے لئے لوگوں سے ملنے اور معاشرتی تعلقات قائم نہ کرنے دیئے جائیں۔ اس کی صورت یہ تھی کہ مجرم کو کسی گھر یا مسجد میں محدود کر دیا جاتا تھا اور اس کے مخالف کو اس پر متعین کر دیا جاتا تھا کہ مجرم کو لوگوں سے ملنے جلنے نہ دے۔ عہد رسالت ﷺ میں کوئی قید خانہ مجرموں کو محبوس کرنے کے لئے نہ تھا۔۱۰۔

جیل خانہ جات' سیدنا عمر فاروقؓ کے زمانے میں معرض وجود میں آئے۔ شبلی نعمانی بیان کرتے ہیں؛

"حضرت عمرؓ کی ایجاد یہ ہے کہ انہوں نے جیل خانے بنوائے ورنہ اس سے پہلے جیل خانوں کا نام ونشان نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ سزائیں سخت دی جاتی تھیں۔ عمر فاروقؓ نے اول مکہ معظّمہ میں صفوان بن امیہ کا مکان' چار ہزار درہم میں خریدا اور اس کو جیل خانہ بنایا پھر اور اضلاع میں بھی جیل خانے بنوائے" (۱۱)

حضرت عمرؓ کے دور میں باقاعدہ صاحب الاحداث (پولیس کا محکمہ) جرائم کی روک تھام اور امن وامان کی صورت حال قائم رکھنے کے لئے قائم تھا جس کی اصلاح وقت کے ساتھ ہوتی رہی۔ حضرت علیؓ نے اسی طرز پر' شعبہ احداث قائم رکھا جہاں مجرموں کو سزا دیکر بھیجا جاتا تھا۔ ساتھ ساتھ ان کی اخلاقی تربیت بھی کی جاتی تھی تاکہ وہ توبہ کی طرف مائل ہوں۔ حضرت علیؓ نے اپنے دورِ خلافت میں بانس کی لکڑیوں سے ایک قید خانہ تعمیر کرایا تھا جس کا نام 'نافع' رکھا گیا تھا (۱۲)

قیدیوں کے حقوق

قید کی سزا کے ساتھ ساتھ ان حقوق کا تذکرہ بھی مناسب ہے جو بحالتِ اسیری' قیدیوں کو فراہم کئے جاتے رہے۔ چنانچہ ان حقوق کی تفصیل کچھ اس طرح سے ہے؛

۱۔ یکساں انصاف کی فراہمی

اسلام مکمل ضابطہ حیات فراہم کرتا ہے اور ہر شخص کے حقوق کی بنیادی ضمانت دیتا ہے خواہ وہ حالت قید میں ہو یا آزاد حالت میں۔ ہر شخص کی حدود مقرر کر دی گئی ہیں ان کی خلاف ورزی پر سزا کا اصول بھی۔ دوسروں کو عبرت دینے اور مجرم کو اس کے کئے کی سزا دیکر نادم کرنے کے لئے رکھا گیا ہے۔ اسلامی قانون کی نظر میں تمام انسان بلا امتیاز رنگ ونسل ومذہب' طبقاتی فرق' امیری غریبی' آقا محکوم' سب یکساں ہیں۔ قرآن حکیم میں ارشادِ باری تعالی ہے؛

"یایھاالذین امنوا کونوا قوامین لله شھدآ بالقسط ولا یجر منکم شنان قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی واتقوا الله ان الله خبیر بما تعلمون" (۱۳)

''اے ایمان والو! اللہ کیلئے پوری پابندی کرنے والے' انصاف کیساتھ شہادت ادا کرنے والے (بن کر) رہو اور کسی خاص لوگوں کی عداوت تم کو اس بات پر آمادہ نہ کر دے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کیا کرو کہ وہ تقوی سے زیادہ قریب تر ہے اور اللہ سے ڈرو' بیشک اللہ ان تمام (امور) کی خبر رکھنے والا ہے جو کام تم کرتے ہو''۔

ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالی ہے؛

''یایھاالذین امنوا کونوا قوامین بالقسط شھدآء للّٰہ ولو علی انفسکم اولوالدین والاقربین ان یکن غنیا او فقیرا فاللہ اولی بھما فلا تتبعوا الھوی ان تعدلوا وان تلووا او تعرضوا فان اللہ کان بما تعملون خبیرا (۱۴)

''اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اور اللہ کیلئے گواہی دیتے رہو خواہ اس میں تمہارا اپنا نقصان ہو' والدین کا یا رشتے داروں کا۔ جس پر گواہی دو' وہ غنی ہو یا فقیر ہو بہر حال اللہ کو اس کا سب سے زیادہ اختیار ہے۔ تم خواہش کے پیچھے نہ جاؤ کہ حق سے الگ ہو جاؤ اور تم ہیر پھیر کرنے لگو یا منہ موڑ لو تو اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

۲۔ حسن سلوک

اسلام اس بات کی اجازت ہرگز نہیں دیتا کہ جو لوگ اپنے کسی جرم کی سزا پانے کے لئے قید خانوں میں ڈال دیئے جائیں تو ان کے ساتھ بے رحمی اور جانوروں کا سا سلوک روا رکھا جائے' بلکہ اسلام سزا کا جو نظام پیش کرتا ہے' وہ معاشرتی امن وامان اور مجرم کی اخلاقی اصلاح کے لئے بھی ہوتا ہے۔ اسے اس سزا کے ذریعے گناہوں پر نادم کر کے اس طرح تربیت کرتا ہے کہ وہ دوبارہ جرم کا ارتکاب نہ کر سکے۔

فتاوی عالمگیری میں قیدیوں کی سزا کے متعلق یوں درج ہے؛

''کہ قاضی کو چاہئے کہ کسی قیدی کو قرضہ وغیرہ کے عوض نہ مارے' نہ اس کو جکڑے اور نہ بھاری بیڑیاں اور طوق پہنا کر اور اس کے ہاتھ پاؤں نہ باندھے جائیں اور نہ اس کو برہنہ کیا جائے اور نہ آفتاب میں کھڑا کرے'' (۱۵)

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے' جنہیں ان کی اسلامی اصلاحات کے حوالے سے پانچواں خلیفہ راشد کہا جاتا ہے' انہوں نے اپنے جیل حکام کو بھی قیدیوں کی سزا کے متعلق یہ حکم نامہ جاری کیا تھا؛

''تمہارے قید خانوں میں جو مسلمان قیدی ہوں' انہیں اسطرح باندھ کر نہ رکھو کہ وہ کھڑے ہو کر نماز ادا نہ کر سکیں۔ قتل کے مجرموں کے علاوہ کسی قیدی کو رات بھر

بیڑیوں میں نہ رکھا جائے۔صدقہ کی مدد سے ان کے لئے اتنا روزینہ مقرر کردو کہ سالن وغیرہ کے لئے کافی ہو"(۱۶)

عہد رسالت میں جو بدری قیدی مسلمانوں کے ہاتھ آئے تھے' صحابہ کرامؓ کو آپ ﷺ نے ان کے ساتھ حسن سلوک کے متعلق خصوصی احکام جاری کرر کھے تھے۔ بہت سے قیدی جو فدیہ دے سکتے تھے' انہیں فدیہ کے عوض رہائی دی دے گئی تھی۔ جو فدیہ ادا نہ کر سکتے تھے اور پڑھنا لکھنا جانتے تھے' ان کو دس دس بچوں کو تعلیم دینے کی ذمہ داری سونپی گئی۔

۳۔جبری مشقت کی ممانعت

اسلام انسانوں کے ساتھ جانوروں جیسا سلوک کرنے کے حق میں نہیں اگر کوئی شخص کسی جرم کی پاداش میں قید خانے میں چلا گیا' تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ اس کو جسمانی اور ذہنی اذیت سے اس قدر تکلیف دی جائے کہ وہ ارتکاب جرم سے باز نہ آنے کا ارادہ کر لے۔ قید کی سخت تکلیفیں اور جبری مشقت اسے پکا عادی مجرم بنا کر قید سے باہر لائے۔

اسلام سزا کے سلسلے میں یہ گنجائش فراہم کرتا ہے کہ سزا اس کے جرم کی نوعیت کے حساب سے ہو نہ کہ ناحق اس پر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھا دیئے جائیں۔اس پر اس کی جسمانی قوت اور طاقت سے بڑھ کر جبری مشقت کا بوجھ ڈال دیا جائے کہ وہ اس کو برداشت نہ کر سکے۔اسلام سراسر ظلم اور زیادتی کے خلاف ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے؛

"لایکلف الله نفسا الا وسعها"۔۱۷)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کسی پر ناقابل برداشت بوجھ نہیں ڈالتا۔

۴۔بنیادی ضروریات زندگی کی فراہمی

اسلام ہر فرد کو بنیادی ضروریات کی فراہمی کی ضمانت دیتا ہے اور کسی فرد کو یہ حق نہیں دیتا کہ وہ اس کی بنیادی ضروریات کی تکمیل سے اس کو باز رکھے۔خوراک لباس اور رہائش انسان کی بنیادی ضروریات ہیں۔یہ آزاد آدمی کی طرح قید میں موجود قیدی کے لئے بھی لازم امور ہیں۔ان ضروریات سے غفلت برتنے کی اجازت ہرگز دین اسلام میں موجود نہیں۔ہمارے سامنے جنگ بدر کے قیدیوں کی مثالیں' خلافت راشدہ کے کئی روشن واقعات موجود ہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے؛

"ویطعمون الطعام علی حبه مسکینا ویتیما واسیرا"(۱۸)

"اور اس (اللہ) کی محبت کی خاطر' مسکینوں یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں"

حلال کھانے پینے کی فراہمی کے علاوہ' وہ جگہ جہاں قید میں ڈالا جائے وہ صاف اور حفظان

صحت کے اصولوں کے مطابق ہونی چاہئے۔ یہ نہ ہو کہ قیدی وہاں بیمار پڑ جائیں۔ نبی کریم ﷺ کا طہارت کے متعلق ارشاد ہے؛

''اطھارۃ شطر الا ایمان''(١٩)　　　''طہارت نصف ایمان ہے''

قیدیوں کی بنیادی ضروریات کے لئے سب سے پہلا اہتمام' حضرت علیؓ نے عراق میں کیا تھا۔ پھر امیر معاویہؓ نے شام میں کیا۔ پھر ان کے بعد سارے خلفاء ہی ایسے کیا کرتے تھے۔

'اسلام کا نظامِ محاصل' میں مصنف بیان کرتا ہے کہ؛

''حضرت علیؓ ابن ابی طالب کا طریقہ یہ تھا کہ اگر کسی قبیلہ یا آبادی میں کوئی بدمعاش آدمی ہوتا تو اسے پکڑ کر قید میں ڈال دیتے۔ اگر وہ صاحب مال ہوتا تو اس کا مال اس پر ہی صرف کیا جاتا۔ بصورت دیگر آپؓ اس کے اخراجات کا بار' بیت المال پر ڈال دیتے (٢٠)

۵۔ ملاقات کا حق

اسلام اس بات کی قطعاً ممانعت نہیں کرتا کہ حالتِ قید میں اسیران سے ان کے رشتے دار' دوست احباب ملاقات نہ کر سکیں۔ بلکہ قید میں بھی ان کو قوانین کے تحت ملاقات کا حق حاصل ہے۔ فتاوی عالمگیری میں قیدیوں سے ملاقات کے متعلق یہ تصریح درج ہے کہ؛

''قیدیوں کے پاس ان کے اہل وعیال اور پڑوسی لوگوں کو جانے سے منع نہ کیا جاوے لیکن وہاں دیر تک ٹھہرنے کی اجازت نہ ہوگی''(٢١)

٦۔ تجہیز و تکفین کا حق

اسلام' قیدیوں کو اس حد تک اجازت دیتا ہے کہ اگر ان کے کسی قریبی رشتے دار کی وفات ہو جائے تو تجہیز و تکفین میں شرکت کا حق بھی انہیں حاصل ہے۔ اس سلسلے میں فتاوی عالمگیری میں مزید تصریح ملتی ہے کہ:

''اگر قیدی کا والد یا بچہ مر گیا اور وہاں کوئی تجہیز و تکفین کرنے والا نہیں تو قیدی کو قاضی' قید خانے سے نکالے گا اور یہی صحیح ہے۔ اگر کوئی شخص وہاں تجہیز و تکفین کرنے والا ہو تو اس کو نکالنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور بعض نے کہا ہے کہ اولاد کی نماز جنازہ کے واسطے باہر نکالا جاوے اور غیروں کے واسطے نہ نکالا جاوے''(٢٢)

اگر کوئی ایسا قیدی ہو کہ جو لاوارث ہو اور حالت قید میں اس کی موت ہو جائے تو اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ اس کی تجہیز و تکفین کا بندوبست کرے۔

اسلام کا نظامِ محاصل' میں بیان ہے:

''اگر کوئی قیدی مر جائے اور اس کا کوئی سر پرست نہ ہو تو اس کی تجہیز و تکفین کا انتظام بیت المال سے کیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ ادا کر کے اسے دفن کر دیا جائے''(۲۳)

۷۔ذہنی قوتوں کے استعمال کا حق

اسلام اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ انسان اپنی فکری ذہنی قوتوں کا استعمال مثبت طریقے سے کرے۔ لہٰذا ہر پڑھا لکھا قیدی اس بات کا حق رکھتا ہے کہ وہ قلم کتاب سے واسطہ رکھے اور ذہنی وفکری سوچ کا بھرپور استعمال کرے۔ بلکہ وہ قیدی جوان پڑھ ہیں' ان کی بھی اخلاقی طریقے سے تربیت کرے تاکہ وہ آئندہ جرائم کے ارتکاب سے باز رہیں اور خود بھی آئندہ کے لئے توبہ کرے اور اپنے ساتھیوں کو بھی نیکی کی طرف لائے۔

۸۔سزا میں کمی کا حق

اگر کوئی قیدی اپنے کیے جرم پر نادم ہو کر گناہوں سے تائب ہوتا ہے اور آئندہ ارتکابِ جرم سے خود کو روکتا ہے اور قید کے دوران اچھی کارکردگی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ قید کے ضوابط وقوانین کی پابندی کرتے ہوئے بہتر رویہ اپناتا ہے' تو جیل انتظامیہ اس کے اچھے طرزِ عمل کو مدِنظر رکھتے ہوئے اس کی سزا میں کمی کا اعلان کر سکتی ہے۔

حق زوجیت کی ادائیگی

رہا یہ مسئلہ کہ باقی حقوق کی طرح زوجیت کی ادائیگی بھی حالت قید میں لازمی ہے؟ کیا اسلام میں اس سلسلے میں کوئی رعایت موجود ہے؟ کیا ملکی قانون اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ شریک حیات آپس میں تنہائی میں ملاقات کر سکیں؟

اسلام دین فطرت ہے' وہ کسی بھی حالت میں انسان کو اس کے فطری تقاضوں سے محروم کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ ہر انسان تین جبلتیں لے کر دنیا میں آتا ہے۔ بھوک' زندگی اور جنسی جذبے کی تسکین۔ یہ وہ فطری تقاضے ہیں جن سے حیوان بھی مبراء نہیں' انسان تو اشرف المخلوقات ہے۔ اس کی اپنی عظمت وشان ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''**ولقد کرمنابنی آدم**''۔۲۴۔ **ترجمہ:** اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی۔

بھلا انسان پھر کیسے اپنی فطری تقاضے سے دور رہ سکتا ہے۔ دنیا کا کوئی مذہب' قانون انسان کے اس فطری تقاضے پر قدغن نہیں لگاتا۔ حتیٰ کہ یورپ میں بھی اس کے اس بنیادی حق پر قدغن نہیں لگائی گئی۔ وہاں پر بھی ریاست کی جانب سے' جیلوں کے اندر ہی یا باہر ایسے ریسٹ ہاؤسز کا اہتمام کیا گیا

ہے جہاں قیدیوں کو اپنے اہل وعیال سے آزادانہ ملنے اور شریک حیات سے جنسی اختلاط کی سہولت حاصل ہے۔

دینِ اسلام دنیا کی متنوع معاشرتوں سے ارفع واعلیٰ روایات کا عملی نمونہ پیش کرتا ہے۔ نبی محترم ﷺ نے تو ایسے صحابہ کرامؓ کو' جو اپنا وقت مقررہ عبادات کی ادائیگی کے بعد ذکر واذکار میں گزارتے' تنبیہ فرمائی کہ تمہاری عورتوں کا بھی تم پر حق ہے۔قرآن حکیم میں سورۃ الانساء' سورۃ الاحزاب اور سورۃ النور میں اور دیگر کئی مقامات پر تاکیدِ حقِ زوجیت کے حوالے سے آیات ملتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے؛

''ولا تنس نصیبک من الدنیا''(۲۵) ''اور دنیا میں اپنا حصہ نہ بھول''

دین اسلام اپنی ذاتی زندگی سے اجتناب برتنے کی اجازت نہیں دیتا۔ وہ نہ تو فرد کو نظر انداز کرتا ہے اور نہ سماج کو' بلکہ قرآن وسنت کی رہنمائی کے ذریعے دین اسلام نے ایسی روشن تعلیمات عطاء کی ہیں کہ جو فطری تقاضوں کے عین مطابق ہیں۔ لہٰذا مرد اور عورت کے اس تعلق کو قرآن جہاں ایک طرف' ایک دوسرے کا لباس قرار دیتا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ زوجین لباس کے بغیر رہیں۔ لہٰذا فطری اور دینی' دونوں پہلوؤں سے اس تعلق پر قدغن نہیں لگائی جاسکتی۔ میاں بیوی' دونوں کا تعلق زوجیت' نہ صرف فطری تقاضے کی تکمیل بلکہ افزائش نسل کا بھی ذریعہ ہے۔ لہٰذا کوئی بھی ایسا قانون جائز نہیں ہوسکتا جو اس فطری تقاضے کی تکمیل میں رکاوٹ ڈال سکے ورنہ بہت سے منفی اثرات جنم لے سکتے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے؛

''ومن آیته ان خلق لکم من انفسکم ازواجا تسکنوا الیها و جعل بینکم مودة و رحمة''(۲۶)

ترجمہ: اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لئے' تمہاری ہی جنس سے جوڑے بنائے کہ ان سے آرام پاؤ اور تمہارے آپس میں محبت اور رحمت رکھی۔

زوجین کے باہمی تعلقات کی مثال مشروب کی مانند ہے' اس کے دو جداگانہ اجزاء ہیں؛ شکر اور پانی' دونوں یکجا ہوں تو مشروب مکمل ہوتا ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی 'حقوقِ زوجین' میں بیان کرتے ہیں؛''زوجین کو نکاح کی قید میں مقید اسی لئے کیا جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود میں رہ کر اپنی فطری خواہشات کی تکمیل کریں اور اگر ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ حدود اللہ ٹوٹنے کا خطرہ ہو تو بجائے یہ کہ نکاح کی ظاہری قید کو برقرار رکھنے کیلئے اللہ کی حدود کو قربان کیا جائے بلکہ زیادہ بہتر یہ ہے کہ اللہ کی

حدود پر ایسی قیدِ نکاح کو قربان کر دیا جائے''(۲۷)

مرد و عورت کے تعلقات میں اخلاق اور عصمت کا پورا پورا تحفظ حاصل کرنا مقصد ہے۔ مرد' عورت کو ازدواجی نکاح کے معاہدے میں اسی لئے پابند بنایا جاتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کے اندر رہ کر اپنے فطری تقاضوں کی تکمیل کریں مگر جب حالات ایسے پیدا ہو جائیں کہ حدود اللہ پر قائم رہنا اختیار میں نہ ہو تو ایسے تعلق سے ایک دوسرے کو آزاد کر دینا بہتر ہے۔ اسی لئے ایلاء کرنے والے کو یہ حکم ہے کہ وہ مدتِ ایلاء (یعنی رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کے باوجود طرفین ایک دوسرے سے فطری حظ نہ اٹھانے کا عہد کرلیں) سے متعلق اپنے عہد کو چار ماہ کے اندر ختم کرلیں۔ اگر وہ اس مدت میں رجوع نہ کریں تو زوجین باہمی نکاح کے معاہدے سے باہر تصور ہوں گے۔ مدتِ ایلاء سے تجاوز کے بعد بھی اکٹھا رہنے والے مرد و عورت' باہم جنسی اختلاط کے حقدار نہیں رہتے۔ محض سماجی تعلقات ہی طرفین کیلئے ضروری نہیں بلکہ مرد کو حقِ طلاق اور عورت کو خلع کا حق اسی مقصد کے تحت حاصل ہے۔

اسی طرح اگر قیدی مرد یا عورت' حالتِ قید میں متذکرہ بالا مدتِ ایلاء کے اندر رہتے ہوئے باہم رجوع نہیں کرتے تو لازم نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کر جائیں گے نیز بے راہ روی کے امکانات بڑھ جائیں گے۔

زوجیت کا تصور ہی مودت اور رحمت ہے۔ زوجین تخلیق ہی اسی لئے کئے گئے ہیں کے وہ ساتھ رہ کر ایک دوسرے کیلئے باعثِ راحت ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے واضح طور پر بیان کر دیا ہے:

" وعاشروھن بلمعروف "(۲۸) ''اور (بیویوں) سے اچھا برتاؤ کرو'

ڈاکٹر اور اطباء کا بھی اس بات پر اتفاق ہے کہ جماع' انسانی صحت کے لئے بہت ضروری ہے۔ اگر مادہ تولید ایک عرصہ تک انسانی جسم میں رُکا رہے تو طرح طرح کی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ کبھی وسواس کی بیماری لاحق ہو جاتی ہے۔ تو کبھی مرض مرگی کی کیفیت طاری ہو سکتی ہے۔ لہٰذا مادہ تولید کی رکاوٹ انسانی صحت کے لئے نہایت مضر ہے اور طبیعت اسے باہر نکالنے پر مجبور ہوتی ہے(۲۹)

غالباً اسی طبعی ضرورت کے پیشِ نظر پچھلے دنوں سرحد حکومت نے کابینہ میں انسانی حقوق کی پاسداری کرتے ہوئے' صوبہ سرحد میں نئی جیل اصلاحات کی منظوری دی ہے جس کے تحت ''صوبے کی چار بڑی سنٹرل جیلوں میں پانچ سال سے زائد مدت کے قیدیوں کو ہر تین ماہ بعد' تین دن اپنی بیویوں کے ساتھ رہنے کی اجازت ہوگی۔ اس مقصد کے لیے چار بڑی سنٹرل جیلوں میں 20 کمرے بمعہ باتھ روم اور دیگر سہولیات فراہم کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے نیز قیدی خواتین کو چھ سال تک اپنے بچے ساتھ

رکھنے کی اجازت ہوگی (۳۰)

روزنامہ جنگ میں یہ خبر کچھ اس طرح شائع ہوئی تھی:

"سرحد حکومت بنوں میں ایسی جیل بنا رہی ہے کہ جہاں لمبی قید کے مجرم رکھے جائیں گے۔ اور انہیں تین ماہ بعد اپنے خاندان کے ساتھ پانچ دن گزارنے کا موقع دیا جائے گا۔ اس سلسلے میں حکومت جیل کے ساتھ تین کمروں کا رہائشی حصہ بنا رہی ہے جہاں کچن سمیت دوسری سہولیات مہیا ہوں گی" (۳۱)

سرحد حکومت کا یہ فیصلہ بڑا خوش آئند اور فطری تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ دوسرے صوبوں کو بھی سرحد حکومت کی تقلید کرنی چاہئے جہاں ایک ماہ بعد نہ سہی تو تین ماہ بعد ہی قیدی، اپنے خاندان کے ساتھ چند گھنٹے بسر کرلیں۔ یہ ایک فطری تقاضا ہے اس کی تکمیل ہر حالت میں لازمی ہے۔ لہٰذا اکثر دیکھا گیا ہے جہاں پر ایسی رکاوٹ ہو وہاں اخلاقی خرابیاں پیدا ہونے کے زیادہ مواقع ہوتے ہیں۔ ایسے قیدی جو طویل قید کاٹ رہے ہوں، وہ نہ صرف جیل میں ہمہ قسم غیر اخلاقی برائیوں کا شکار ہوسکتے ہیں۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اگر قیدی کو حق زوجیت دیا جائے تو آیا یہ سزائے قید کی بنیادی ضرورت کے خلاف تو نہ ہوگا؟

اس کا سیدھا اور سادہ جواب یہ ہے کہ اگر اس کو اس کے فطری تقاضے پورے کرنے کی اجازت دی جائے تو وہ نہ صرف قید میں جلد توبہ کی طرف مائل ہوسکتا ہے بلکہ اپنے گھر واپس آنے کا جذبہ، اپنے اہل خانہ سے مل کر مزید نمو پائے گا۔ اگر اس کو یہ سہولت نہ دی جائے جو اس کا فطری تقاضا ہے تو اس کا منفی اثر نہ صرف دوران قید بلکہ رہائی کے بعد بھی مرتب ہوتا رہیگا۔

'کتاب الفقہ مذاہب علی الاربعۃ' میں فقہائے کرام (مالکیہ، حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ) کا مانع امورِ مباشرت، جن میں، مانع حسی امور (زوجین میں ایسی تکالیف جو عضوِ مخصوص سے متعلق ہوں اور فطری تعلق قائم کرنے میں رکاوٹ بنیں) یا شرعی امور (زوجین کا حالتِ عبادت میں ہونا یا عورت کا حالتِ حیض یا نفاس میں ہونا) پر اتفاق ہے (۳۲) اس کے علاوہ کوئی ایسا امر نہیں ہے جو زوجین کے فطری اختلاط میں رکاوٹ ہو۔

عمر قید، زوج کے حوالے سے مفتی اعظم محمد کفائت اللہ بیان کرتے ہیں: "اگر خاوند کو عمر قید ہو گئی ہے اور بیوی اپنے دل کو بھی نہیں مار سکتی (فطری تقاضے کی تکمیل کیلئے جو اس کا حق ہے) تو مسلمان حاکم یا قاضیِ وقت اس نکاح کو فسخ کرکے عورت کو دوسرا نکاح کرنے کا اختیار دے سکتے ہیں"۔۳۳

تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ ۲،۳ نیز قانونِ ازدواجِ مسلمانان مجریہ ۱۹۳۹ء کے مطابق اگر کسی بیوی کے شوہر کو عرصہ سات سال یا اس سے زائد مدت کیلئے سزائے قید ہوجائے تو اس حکم کیساتھ ہی بیوی کا حقِ تفریق لاگو ہوجائیگا۔ یہ تفریق باسبب قید' طلاقِ رجعی کے حکم میں ہوگی۔ اگر شوہر کو بیوی کی عدت کے دوران رہائی حاصل ہوجائے تو اسے دوبارہ رجوع کا حق حاصل ہوگا (۳۴)

ازدواجی تعلق فطرت کے اہم ترین منشاء اور غرض کو پورا کرنے کیلئے قائم کیا جاتا ہے۔ بقائے نوع اور تکثیرِ نسل کیلئے اس تعلق کو مستحکم بنیادوں پر قائم کرنے کیلئے جن امور کی ضرورت تھی' دینِ اسلام نے ان امور سے متعلق واضح راہنمائی عطا کی ہے تاکہ زوجین ان کی مطلق تعمیل کر کے زندگی کو شیریں اور پرلُطف بنائیں اور دوسری جانب فطرت کے منشاء کی بھی علی الاحسن الوجوہ تکمیل کریں۔

مختصر یہ کہ اسلامی ریاست میں بسنے والے عام انسانوں اور قیدیوں کے لئے عدل وانصاف کے یکساں تقاضے ہیں۔ انہیں ان کے کسی فطری حق سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے؛

"ان الذین یحادون اللہ ورسولہ اولئک فی الاذلین "(۳۵)

"بے شک وہ لوگ جو اللہ اور رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں' یہی لوگ ذلت اٹھانے والوں میں ہیں"

حوالہ جات

۱۔ قرآن حکیم، النساء ۴:۲۱

۲۔ قرآن حکیم، البقرہ۔۲:۲۲۳

۳۔ قرآن حکیم، البقرہ ۲:۱۸۷

۴۔ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، مترجم مولانا حافظ قاری عادل، بخاری شریف، سعید پبلشرز ۱۹۸۰، باب ۸۸، صفحہ ۹۸

۵۔ شبلی نعمانی، الفاروق، ۵ جولائی ۱۸۹۸ء، ج ۲ ص ۱۸۸

۶۔ قرآن حکیم، البقرہ ۲:۲۲۶

۷۔ عبدالقادر عودہ شہید، مترجم ساجد الرحمٰن کاندھلوی، اسلام کا فوجداری نظام، اسلامک پبلشرز، جلد ۲، صفحہ ۵

۸۔ عبدالقادر عودہ شہید، مترجم ساجد الرحمٰن کاندھلوی، اسلام کا فوجداری نظام، اسلامک پبلشرز، جلد ۲، صفحہ ۵

۹۔ ابوحسان، محمد، العقوبات فی الشریعۃ الاسلامیہ، مکتبہ المینار، اردن، ۱۴۰۸ھ، صفحہ ۱۷۹

۱۰۔ ڈاکٹر حسن ابراہم پروفیسر علی ابراہیم حسن، النظم اسلامیہ، ترجمہ، مسلمانون کا نظام مملکت مترجم (مولوی محمد علیم اللہ صدیقی)، ندوۃ المصنفین، دہلی، ص ۳۰۳

۱۱۔ شبلی نعمانی، الفاروق، معارف پریس، اعظم گڑھ ۱۳۰۶ھ، جلد ۲، صفحہ ۶۷

۱۲۔ عبداللہ، قرطبی، عدالتِ نبوی کے فیصلے، ادبستان، لاہور، ۱۹۸۲ء، صفحہ ۶

۱۳۔ قرآنِ حکیم، المائدہ، ۵:۸

۱۴۔ قرآنِ حکیم، النساء، ۴:۱۳۵

۱۵۔ مترجم سید امیر علی، فتاوی عالمگیری، ادارہ نشریات اسلام، اردو بازار، لاہور، جلد پنجم، کتاب الادب القاضی، ص ۲۲۳

۱۶۔ محمد نجات اللہ صدیقی، اسلام کا نظام محاصل، ترجمہ کتاب الخراج (امام ابو یوسف)، مکتبہ چراغ راہ، کراچی، ص ۴۳۴

۱۷۔ قرآنِ حکیم، البقرہ، ۲:۲۸۶

۱۸۔ قرآنِ حکیم، الدھر، ۷۶:۸

۱۹۔ امام مسلم، صحیح مسلم، مکتبہ سعیدی، کراچی، باب، کتاب الطہارت، جلد ۱، صفحہ ۲۶۵

۲۰۔ محمد نجات اللہ صدیقی، اسلام کا نظام محاصل ترجمہ کتاب الاخراج (امام ابو یوسف)، مکتبہ چراغ راہ، کراچی، ص۴۳۴

۲۱۔ مترجم سید امیر علی، فتاوی عالمگیری، ادارہ نشریات اسلام، اردو بازار، لاہور، جلد پنجم، کتاب الادب القاضی، ص۲۲۷

۲۲۔ مترجم سید امیر علی، فتاوی عالمگیری، ادارہ نشریات اسلام، اردو بازار، لاہور، جلد پنجم، کتاب الادب القاضی، ص۲۲۶

۲۳۔ محمد نجات اللہ صدیقی، اسلام کا نظام محاصل ترجمہ کتاب الاخراج (امام ابو یوسف)، مکتبہ چراغ راہ، کراچی، ص۴۳۶

۲۴۔ قرآنِ حکیم، بنی اسرائیل ۱۷:۷۰

۲۵ ۔قرآنِ حکیم، القصص ۲۸:۷۷

۲۶۔ قرآنِ حکیم، الروم، ۳۰:۲۱

۲۷۔ سید ابوالاعلی مودودی، حقوق الزوجین، ترجمان القرآن، ذیلدار پارک، اچھرہ، لاہور ۱۹۴۳ء، صفحہ ۱۹

۲۸۔ قران حکیم، النساء، ۴:۱۹

۲۹۔ چودھری غلام رسول، اسلام کا معاشرتی نظام، علمی کتب خانہ، اردو بازار، لاہور، ص۱۰۳

۳۰۔ ہفت روزہ ایشیاء، چیمبرلین روڈ، لاہور، ۲۵۔۱۹ اگست ۲۰۰۴ء

۳۱۔ روز نامہ جنگ، آغا خان روڈ، لاہور، ۲۶ جنوری ۲۰۰۵ء

۳۲۔ عبدالرحمٰن الجزیری، کتاب الفقہ مذاہب الاربعہ، محکمہ اوقاف، پنجاب، لاہور، جلد ۶، صفحہ ۳۰۵

۳۳۔ مفتیِ اعظم محمد کفائت اللہ، کفائت المفتی، دستگیر کالونی، کراچی، جلد ۶، صفحہ ۷۵۔۷۴

۳۴۔ جسٹس تنزیل الرحمٰن، مجموعہ قوانینِ اسلام، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد، جلد ۲، صفحہ ۷۰۳

۳۵۔ قرآنِ حکیم، المجادلہ، ۲۰